ڈاکٹر ماجد علی خان
جامعہ ملیہ اسلامیہ - نئی دہلی

حرم شریف کی مرکزیت اور اس کا احترام

دنیا میں عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر

بیت اللہ الحرام یعنی کعبہ دنیا میں اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کردہ پہلا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝
آل عمران ۳ : ۹۶

"بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا، لوگوں کے واسطے وہ گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے وہ برکت والا ہے اور تمام جہاں کے لوگوں کا رہنما ہے"

اس طرح قرآن ساری دنیا کے مکانات، یہاں تک کہ تمام مساجد کے مقابلہ میں بیت اللہ حرام یعنی کعبہ کا شرف و افضلیت بیان کرتا ہے اور یہ شرف و فضیلت کئی وجہ سے ہے[۱] اول اس لئے کہ وہ دنیا کی تمام سچی عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، دوسرے یہ کہ وہ برکت والا ہے، اور تیسرے یہ کہ پورے جہاں کے انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ذریعہ ہے۔ اس آیت کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو منجانب اللہ لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ کعبہ ہے۔ اس کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ دنیا کے سب گھروں میں پہلا گھر عبادت ہی کے لئے بنایا گیا ہو اس سے پہلے نہ کوئی عبادت خانہ ہوا اور نہ ہی گھر یا دولت خانہ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا

۱۔ ملاحظہ ہو۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۳ - ۱۱۷

ہے کہ لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بھی بن چکے ہوں مگر عبادت کے لئے یہ پہلا گھر بنا ہو۔ چنانچہ ابن جریر طبری اپنی مشہور تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں ان دونوں صورتوں کی تائید میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں[۲]۔ پہلی صورت کی دلیل میں کہ کعبہ سے پہلے اس دنیا میں کوئی مکان نہیں تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ، قتادہ، مجاہد سدی اور اعمش وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں جبکہ دوسری صورت کی تائید میں کہ کعبہ اس دنیا میں عبادت خانہ تو پہلا ہی ہے گو کہ اس سے قبل رہنے کے لئے دوسرے مکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ، سالم اور سعید بن المسیب وغیرہ حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں۔ ان حضرات نے حکم کی تعمیل کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ہے یعنی پہلا گھر ہے جو لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا ہے[۳]۔ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے[۴] کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا کی تفسیر میں فرمایا کہ "اس سے قبل دوسرے گھر بھی (دنیا میں) موجود تھے لیکن یہ اللہ کی عبادت کے لئے بنا ہوا سب سے پہلا گھر ہے"

۲۔ ابن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، الجزء الرابع ص ۶ - ۸

۳۔ مفتی محمد شفیع، حوالہ مذکورہ، ج ۲، ص ۱۴۴۔ ضعفہ ابن کثیر بابن لہیعۃ ولا یخفیٰ انہ لیس بمتروک الحدیث مطلقاً ولا سیما فی ھذا المقام فان الروایۃ قد تائیدت باشارات الکتاب۔

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۳۸۳

"ان اور ان جیسی دوسری روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر کعبہ مشرفہ دنیا کا پہلا گھر نہیں ہے تو کم از کم سب سے پہلی عبادت گاہ ضرور ہے" قرآن کریم میں جہاں یہ ذکر ہے کہ کعبہ کی تعمیر بامر خداوندی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے کی ہے وہیں اس کے اشارات بھی موجود ہیں کہ ان بزرگوں نے اس کی ابتدائی تعمیر نہیں فرمائی بلکہ سابق بنیادوں پر اسی کے مطابق تعمیر ہوئی اور کعبہ کی اصل بنیاد پہلے ہی سے تھی۔ قرآن کریم کے ارشاد وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ قواعد بیت اللہ یعنی اس کی بنیادیں پہلے سے موجود تھیں" ۵۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو تعمیر بیت اللہ کا حکم دیا گیا تو فرشتہ کے ذریعہ ان کو بیت اللہ کی جگہ سابق بنیادوں کی نشاندہی کی گئی جو ریت کے تودوں میں دبی ہوئی تھی۔

بہرحال آیت مذکورہ سے کعبہ کی ایک یقینی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کا سب سے پہلا گھر یا کم از کم سب سے پہلا عبادت خانہ ہے ۔ یہ فضیلت دنیا کی کسی اور عبادت گاہ یا مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا "مسجد حرام ......" ۶

بیت اللہ کی برکات مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بیت اللہ کی دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مبارک ہے۔ لفظ مبارک، برکت سے مشتق ہے۔ برکت کے معنی ہیں بڑھنا اور ثابت رہنا، پھر کسی چیز کا بڑھنا اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا وجود کھلے طور پر مقدار میں بڑھ جائے اور اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ اس کی مقدار میں کوئی خاص اضافہ نہ ہو لیکن اس سے کام اتنے نکلیں جتنے عادۃً اس سے زائد سے نکلا کرتے ہیں، اس کو بھی معنوی طور پر زیادتی کہا جاسکتا ہے ۸

---

۵ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۵

۶ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۶

۷ یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے تفصیل و تشریح کے لئے ملاحظہ ہو، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۱۶

۸ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۷

بیت اللہ کا بابرکت ہونا ظاہری طور پر بھی۔ اس کے ظاہری برکات میں یہ مشاہد ہے کہ مکّہ اور اس کے آس پاس ایک خشک ریگستان اور بنجر زمین ہونے کے باوجود اس میں ہمیشہ ہر موسم میں ہر طرح کے پھل اور ترکاریاں اور تمام ضروریات مہیا ہوتی رہتی ہیں کہ صرف اہل مکّہ کے لئے نہیں بلکہ اطراف عالم سے آنے والوں کے لئے بھی کافی ہو جاتی ہیں۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے یُجْبٰٓی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ یعنی اس میں باہر سے لائے جاتے ہیں۔ ثمرات ہر چیز کے۔ ان الفاظ میں اسکی طرف واضح اشارہ بھی موجود ہے۔ یہ تو ظاہری برکات کا حال ہے جو مقصود کی حیثیت نہیں رکھتیں اور معنوی و باطنی برکات کا حال ہے کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بعض اہم عبادات تو بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں جو اجر عظیم اور برکات روحانی ہیں، ان سب کا مدار بیت اللہ پر ہے مثلاً حج وعمرہ اور بعض دوسری عبادات کا بھی مسجد حرام میں ثواب بدرجہا بڑھ جاتا ہے۔ احادیث کی روایات کے مطابق مسجد حرام میں پڑھی گئی، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔
حج کے فضائل کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت عام ہے کہ حج کو صحیح طور پر ادا کرنیوالا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پاک وصاف پیدا ہوا ہے۔ یہ سب کے سب بیت اللہ کی معنوی اور روحانی برکات ہیں جن کو مذکورہ بالا آیت کے آخر میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ

بیت اللہ کی تین اہم ترین خصوصیات مذکورہ بالا آیت کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی کچھ خصوصیات ذکر کی ہیں۔ ارشاد ہے :-

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝	"اس میں کھلی نشانیاں ہیں من جملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک جانے کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے" آل عمران آیت ۹۷
آل عمران ۳ : ۹۷	

اس کی تفسیر کے سلسلہ میں امام فخرالدین رازی نے ایک قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں منجملہ دیگر خصوصیات کے تین خصوصیات کا جن کو قرآن مجید نے آیات کہا ہے خاص طور سے

حرم شریف

ذکر ہے [۲] ایک مقام ابراہیم، دوسرے یہ کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ دنیا کے لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے ذمہ اس کا حج کرنا فرض ہے [۵] اس سلسلہ میں علماء کے دیگر اقوال بھی ہیں لیکن کچھ مفسرین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے [۶] اس طرح حرم شریف کی ایک بڑی نشانی یا خصوصیت مقام ابراہیم ہے مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور بعض روایات کے مطابق یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا جاتا تھا اور نیچے اترتے وقت نیچا ہوتا جاتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان آج تک موجود ہے جو خود ایک معجزہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بیت اللہ کی دوسری خصوصیت یہ بتلائی گئی ہے [۷] کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا یعنی مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہو جانا ایک تو تشریعی اعتبار سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ نہ قتل کرو، اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے یا کوئی اور جرم کر کے وہاں چلا جائے اس کو بھی اس جگہ سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حرم سے باہر نکلے، حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی [۸]

ائمہ متقدمین میں سے سعید بن المسیب، قتادہ، حسن بصری، عبدالرزاق اور معمر وغیرہ کا یہ قول ہے کہ اسلام کے بعد اللہ کی مقرر کردہ حدود حرم میں جاری کی جا سکتی ہیں چنانچہ چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے، زانی پر حدود جاری کی جا سکتی ہیں اور اسی طرح

---

۵ سورۃ القصص ۲۸، آیت نمبر ۵۷

۶ امام فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۳، ص ۱۴۔

۷ ملاحظہ ہو، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۱۸، ۱۱۹

۸ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۲۰، ۱۲۱

۹ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۲۱

۱۰ یہ روایت ابن ابی حاتم، طحاوی وغیرہ نے نقل کی ہے۔

قاتل کو بعوض قتل، قتل کیا جاسکتا ہے[۱۵] جبکہ مجاہد سعید بن جبیر حماد، عطاء وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو حرم سے باہر نکالا جائے اور پھر حدود جاری کی جائیں[۱۶]

حرم میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم وملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈال دی اور وہ سب عموماً ہزاروں اختلافات کے باوجود اس عقیدے پر متفق ہیں کہ اس میں داخل ہونے والا اگرچہ مجرم یا ہمارا دشمن ہی ہو تو حرم کا احترام اس کا مقتضی ہے کہ وہاں اس کو کچھ نہ کہیں، حرم کو عام جھگڑوں لڑائیوں سے محفوظ رکھا جائے، زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل خواہ کتنی ہی عملی خرابیوں میں مبتلا تھے مگر بیت اللہ اور حرم محترم کی عظمت پر سب جان دیتے تھے[۱۷]۔ آج اس کے برخلاف بعض مسلمان حرم کے احترام کو بالائے طاق رکھ کر اس کو سیاست کا اکھاڑہ بنانا چاہتے ہیں۔ حرم محترم کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو سیاست سے بالاتر رکھا جائے سیاسی نعرہ بازیاں بھی حرم کے احترام کے خلاف ہیں۔ یہ تو حرم مکہ کی بات ہے جس کا احترام قرآنی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، حرم مدینہ کے احترام کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت علی رضہ نے دارالخلافہ کو وہاں سے منتقل کر دیا اور کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تاکہ نہ صرف اس زمانے کی سیاسی چپقلش اور اختلافات سے بلکہ تا قیامت سیاسی جھگڑوں سے حرم مدینہ کے مبارک مقام کو محفوظ رکھا جائے۔ جب صحابہ رض کے دل میں حرم مدینہ کے احترام و عظمت کا یہ حال تھا تو پھر حرم مکہ کے احترام و عظمت کا کیا مقام ہوگا۔ ہر مسلمان اس پر غور کر سکتا ہے۔ فتح مکہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دین کی اہم مصلحت اور بیت اللہ کی تطہیر کی خاطر صرف چند گھنٹوں کے لئے حرم میں قتال کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد آپؐ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس کا اعلان و اظہار فرمایا تھا کہ یہ اجازت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تطہیر بیت اللہ کی غرض سے تھی اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے تھی اس کے بعد ہمیشہ کے لئے پھر اسکی وہی حرمت ثابت ہے جو پہلے سے تھی۔ رسول اللہ صلعم نے

---

[۱۵] ابن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن الجزء الرابع، ص ۶، [۱۶] ابن جریر طبری حوالہ مذکورہ الجزء الرابع، ص ۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۳۸۴، [۱۷] مفتی محمد شفیع حوالہ مذکورہ، ج ۲، ص ۱۲۱

فرمایا کہ حرم کے اندر قتل وقتال نہ مجھ سے پہلے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے اور میرے لئے بھی صرف چند گھنٹوں کے لئے حلال ہوا تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

جب سے اب تک تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے اور عامۃ الامت بیت اللہ اور حرم کو اس درجہ واجب الاحترام سمجھتے رہے ہیں کہ اس میں نہ صرف قتل وقتال بلکہ لڑائی جھگڑے، جس میں سیاسی جھگڑے بھی شامل ہیں، کو بدترین گناہ سمجھتے رہے ہیں اور یہ ساری دنیا میں صرف بیت اللہ اور حرم محترم ہی کی خصوصیت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے[۱۸]۔ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جبکہ آپؐ مکہ کے ایک بازار میں کھڑے تھے "(اے مکہ) اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور میں اللہ کی محبوب زمین سے محبت کرتا ہوں اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی یہاں سے نہیں جاتا"[۱۹]۔ جس سرزمین سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کو اتنی محبت ہو، اس کو ہنگامہ آرائیوں کی آماجگاہ بنانا کسطرح جائز ہو سکتا ہے۔

بیت اللہ کی مرکزیت بیت اللہ الحرام کی مرکزیت پر پوری امت کا اجماع ہے، اسکی خاص وجہ نہ صرف اس کی فضیلت، خصوصیات اور اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا، پہلا گھر ہونا ہے بلکہ تمام امت مسلمہ کے لئے اس کا قبلہ ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

البقرہ ع۲: ۱۴۴

"بے شک ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس کے لئے آپ کی مرضی تھی تو پھر (اب سے) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور (اے مسلمانوں) تم سب لوگ (بھی) جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے اور ان کے پروردگار ہی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ انکی ان کارروائیوں سے بالکل بے خبر نہیں ہے۔" سورۃ بقرہ آیت ۱۴۴

---

[۱۸] رواہ مسلم کذا فی التفسیر لابن کثیر، ج ۱، ص ۳۸۴

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شروع میں تقریباً سولہ سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف منہ کرنا شروع کیا لیکن آپ کی دلی خواہش رہی تھی کہ نماز میں قبلہ بیت اللہ ہی ہو۔ چنانچہ اس اشتیاق میں آپ بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ وحی اس حکم کو لے کر نازل ہو چنانچہ بالآخر وحی کے ذریعہ آپ کو بیت اللہ کیطرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور تمام مسلمانوں کو بھی اسی کا حکم دیا گیا۔ اس طرح اللہ کا یہ مبارک گھر امت مسلمہ کے لئے ایک قطعی مرکز کی حیثیت سے مسلّم ہوگیا۔ اس حکم سے امت مسلمہ کے لئے کسی ایک جہت کو قبلہ بنا کر اپنی ایک وحدت کا عملی مظاہرہ بھی مقصود تھا۔ کسی بھی اجتماعی نظام کا سب سے اہم اور بنیادی اصول افراد کثیرہ کی وحدت اور اجتماعیت ہے یہ وحدت جتنی زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی اجتماعی نظام مستحکم اور مضبوط ہوگا۔ پھر نقطۂ وحدت متعین کرنے میں مختلف زمانوں میں لوگوں کی مختلف رائیں رہی ہیں کسی قوم نے رنگ اور زبان کو اور کسی نے وطن اور جغرافیائی خصوصیات کی وحدت کو بنیاد قرار دیا۔ اللہ کے دین اسلام نے جو درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ دین ہے نقطۂ وحدت عقیدہ توحید کو قرار دیا اور تمام دنیا کے انسانوں کو ایک خدائے واحد کی عبادت اور اسکی اطاعت پر متحد ہونے کی اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر مجتمع ہونے کی دعوت دی۔ اس حقیقی وحدت پر جمع ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ صوری وحدتیں بھی لازمی کر دیں۔ ان صوری وحدتوں میں ایک اہم چیز سمت قبلہ کی وحدت بھی ہے۔ نماز اور حج چونکہ اجتماعی عبادتیں ہیں اس لئے ان عبادتوں میں اس وحدت کو قائم رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔ اس طرح بیت اللہ حرام اس امت کی وحدت کی ایک اہم اور بنیادی نشانی ہے۔

اگر امت کا کوئی گروہ یا طبقہ وحدت کی اس نشانی اور امت کی اس مرکزیت پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اصل وہ پوری امت میں انتشار پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائیگا۔ جماعت کی نماز کے سلسلہ میں اس وحدت کو یہاں تک برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر امام کسی ایک مسلک کا ہو اور مقتدی کسی دوسرے مسلک کے، تب بھی اس امام کی اقتداء علماء کے نزدیک جائز ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح تحریر فرماتے ہیں :-

صحابہ و تابعین میں بھی، اور ان کے بعد کے دور میں بھی فروعی مسائل

میں مختلف شکلوں پر عمل رہتا تھا، مثلاً کچھ لوگ نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور بعض لوگ جہر نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے تھے۔ اسیطرح اور بھی بہت سے مسائل میں مختلف طریقے رائج تھے لیکن اس اختلاف کے باوجود سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد نیز امام شافعیؒ وغیرہم مدینہ منورہ کے مالکی المذہب اور دوسرے مسلک کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے...... ایک بار ہارون رشید نے پچھنے لگوا کر نماز پڑھائی اور امام ابویوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر نماز کا اعادہ بھی نہیں کیا...... امام احمد بن حنبل بھی نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے کے بعد وضو کرنا ضروری سمجھتے تھے لیکن ان سے جب پوچھا گیا کہ اگر آپ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے جسم سے خون نکلا ہو تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ بھئی میں امام مالک سعید بن المسیب کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھوں گا"

اس طرح ان تمام اکابر ائمہ و مجتہدین کا یہ عمل رہا ہے کہ ایک مسلک کے امام کے پیچھے دوسرے مسلک کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ امام کا بعض مسائل میں مقتدی سے اتنا گہرا اختلاف ہی کیوں نہ ہو جس کی وجہ سے وضو کی تکمیل یا عدم تکمیل کا فرق ہو۔ اس کی غرض امت کی اجتماعیت کو باقی رکھنا اور اس کے شیرازہ کو منتشر ہونے سے روکنا ہی ہے۔ اس دور میں بھی اس امت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجتماعی امور میں فروعی اور اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے اور ایک مرکز پر متحد ہوا جائے اور مرکز بیت اللہ الحرام سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

بیت اللہ سے دنیا کے ہر مسلمان کو روحانی اور قلبی لگاؤ اور گہرا تعلق ہے اور یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پاک گھر سے دنیا کے ہر کونے میں بسنے والا مسلمان اپنے روحانی اور قلبی تعلق کو قائم رکھے۔ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بھی امت مسلمہ کی ایک اہم اکائی

ہونے کی وجہ سے اس روحانی اور قلبی تعلق کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ اگر حرم پاک میں کوئی گروہ یا طبقہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہندوستان کا مسلمان بھی دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں کی طرح اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کو اس کے سدباب کی ایک دینی اور فطری فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

بیت اللہ الحرام ایک ایسی مبارک جگہ ہے جہاں ہر سال حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ ان میں مختلف مکاتب فکر اور مختلف خیالات کے لوگ ہوتے ہیں ظاہر ہے ان سب کے سیاسی افکار بھی یکساں نہیں ہو سکتے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف ممالک اور خطوں کے رہنے والے مسلمان اپنے اپنے ممالک اور خطوں کے مقامی حالات سے بھی متاثر ہوں گے۔ اگر یہ لوگ حج کے موقع پر ان سیاسی اختلافات کو ابھاریں اور مختلف مکاتب فکر کے نظریات کو ہوا دیں تو حج ایک اجتماعی عبادت اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ ایک اہم رکن ہونے کی بجائے سیاسی اکھاڑہ بن جائے گا جس سے نہ صرف بیت اللہ اور حرم شریف کے تقدس کو ٹھیس لگے گی بلکہ امت کے اندر زبردست انتشار بھی پیدا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس عبادت کا مقصد امت کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرنا ہے وہ خود اس انتشار کا شکار بن جائے گی اور اس کا اثر پورے عالم اسلام پر پڑے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حج کو اور حرم شریف کو ہر قسم کے اختلافات سے پاک وصاف رکھا جائے تاکہ مسلمان اس میں سکون، امن اور عافیت کے ساتھ اللہ کو یاد کر سکیں اور دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے وحدت کا ایک ایسا نمونہ پیش کر سکیں جو دوسری قوموں میں نہیں مل سکتا۔

قرآن جب بیت اللہ کی طہارت اور پاکی کے بارے میں بیان کرتا ہے تو اس سے اس کا مطلب ہر قسم کی طہارت ہے یعنی طہارت ظاہرہ بھی اور طہارت معنوی بھی۔ طہارت معنوی سے مراد وہ پاکی ہے جس کی وجہ سے حرم شریف ان تمام عوامل سے پاک رہے جن کی وجہ سے اسکے امن وسکون کو ٹھیس لگے اور اس کی زیارت کو آنے والے مومنین کی عبادت میں خلل آئے۔ اس بات کا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا
وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

(اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ) جس وقت ہم نے
خانہ کعبہ کو لوگوں کو معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے)